



آپ کی آواز، آپ کا رہنما

مجلة النادي المحمدی



جلد نمبر: 1

شمارہ نمبر: 9

نومبر/دسمبر 2025

شائع کردہ
شعبہ النادی المحمدی کلیۃ اللغۃ العربیۃ و الدراسات الإسلامیۃ الجامعۃ المحمدیۃ

جامعہ محمدیہ منصورہ پوسٹ باکس نمبر ـ 144 مالیگاؤں ـ 423203 ضلع ناسک، مہاراشٹرا، الھند

آپ کی آواز، آپ کا رہنما

طلبہ کلیہ کا دینی، ادبی، علمی، اور تحقیقی ماہنامہ

مَجَلَّة النَّادِي الْمُحَمَّدِي

شمارہ نمبر:9 جلد نمبر 1 نومبر/دسمبر 2025

شائع کردہ :

کلیۃ اللغۃ العربیہ والدراسات الاسلامیہ جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں

جامعہ محمدیہ منصورہ پوسٹ باکس نمبر۔144 مالیگاؤں۔423203، ضلع ناسک،

برگ وبار مجلہ

درس قرآن

فیض الرحمن (کلیۃ سنۃ ثانیۃ)

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تُبۡطِلُواْ صَدَقَٰتِكُم بِٱلۡمَنِّ وَٱلۡأَذَىٰ كَٱلَّذِي يُنفِقُ مَالَهُۥ رِئَآءَ ٱلنَّاسِ وَلَا يُؤۡمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۖ فَمَثَلُهُۥ كَمَثَلِ صَفۡوَانٍ عَلَيۡهِ تُرَاب فَأَصَابَهُۥ وَابِل فَتَرَكَهُۥ صَلۡداۖ لَّا يَقۡدِرُونَ عَلَىٰ شَئ مِّمَّا كَسَبُواْۗ وَٱللَّهُ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡكَٰفِرِينَ﴾ [البقرة ٢٦٤]

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر، اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زور دار مینہ برسے اور وہ اس کو بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے ان ریاکاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو (سیدھی) راہ نہیں دکھاتا۔

محترم قارئین! سورہ بقرہ کی فضیلت میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے ایک یہاں پیش خدمت ہے.

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اقرَؤوا سورةَ البَقرةِ؛ فإنَّ أخذَها بَركةٌ، وترْكَها حَسرةٌ، ولا تَستطيعُها البَطَلَةُ.(مسلم :804)

ترجمہ: سورہ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اس کو پکڑ لینا (اس کی قراءت پر مداومت برتنا) برکت ہے،اور اس کا چھوڑ دینا

حسرت ہے،اور جادو گراس کی طاقت نہیں رکھتے(اس کی تاثیر کومٹا نہیں سکتے)

اللہ رب العالمین نے اس آیت میں خطاب کی شروعات (یاأیها الذین آمنوا)سے کی ہے.ابن مسعودرضی اللہ عنہ اس جملہ سے خطاب کے متعلق کہتے ہیں(إذا سمعت الله تعالى يقول يا أيها الذين آمنوا فأرعها سمعك فإنه خير يأمر به أو شر ينهى عنه.) (المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز لابن عطية ١/٣٨)

ترجمہ:جب تم اللہ رب العالمین کو کہتا ہوا سنو تو تم کان لگالو کیونکہ یا تو کوئی خیر ہوگا جس کا وہ حکم دے رہا ہوگا یا کوئی شر ہوگا جس سے وہ منع کررہا ہوگا۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں ایمان کی صفت سے متصف کرکے پکارنے کے کئی فوائد ہیں:

پہلا فائدہ: جو چیز پیش کی جارہی ہے اس کو قبول کرنے اور اس کے بجالانے پر ابھارنا۔

دوسرا فائدہ: یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ جن چیزوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے وہ ایمان کی مکملات میں سے ہیں۔

تیسرا فائدہ: مذکورہ چیزوں کی مخالفت سے ایمان میں نقص پیدا ہوتا ہے۔

اللہ رب العالمین نے اہل ایمان کو ان کے صدقوں کی حفاظت کے تعلق سے رہنمائی کرتے ہوئے کہا:اپنے صدقے پر احسان جتلا کر اورایذا رسائی کے ذریعے چاہے وہ قولی ہو یا فعلی اپنے صدقوں کو باطل نہ کرو اور اس کی منفعت کو ختم نہ کرو۔چونکہ صدقے کے بعد مذکورہ اعمال کے مرتکب شخص کو دو طرح کے خسارے لاحق ہوتے ہیں۔

پہلا تو یہ کہ شخص کا مال ضائع ہو جاتا ہے، دوسرا یہ کہ اس کے صدقے سے اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ برے اعمال اچھے اعمال کو برباد کر دیتے ہیں۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ دینے کے بعد احسان جتلانے والے شخص کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جن کی طرف اللہ رب العالمین العالمین قیامت کے دن نہ دیکھے گا اور نہ ان سے بات کرے گا۔(رواہ مسلم)

صدقے پر احسان جتلانے والے اور ایذا پہنچانے والے کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کی مثال اس منافق کی طرح ہے جو لوگوں کو دکھانے کے لیے مال کو خرچ کرتا ہے اور وہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتا۔اللہ رب العالمین کا فرمان ہے

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۞

(سورة النساء، آیت 142)

ترجمہ: بیشک منافق اللہ سے چال بازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یاد الٰہی تو یو نہی برائے نام کرتے ہیں۔

پھر ریاکار کی مثال دیتے ہوئے

فرمایا"اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زور دار مینہ برسے اور وہ اس کو بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے۔"آیت کے ٹکڑے سے معلوم ہوا کہ ریاکار کا دل پتھر کی طرح سخت ہوتا ہے اس کے صدقے اور دیگر اعمال اسے بظاہر تو فائدہ پہنچانے والے دکھائی دیتے ہیں مگر حقیقتا اس کے ان اعمال کی مثال صحرا کے اس سراب کی مانند ہے جو کبھی کسی شخص کی تشنگی کو بجھا نہیں سکتا۔

آیت کے بعض فوائد:

1)صدقے میں احسان جتلانا اور ایذا پہنچانا حرام ہے.

2)مذکورہ اعمال کبیرہ گناہوں میں سے ہے.

3) مذکورہ اعمال کا شمار ایمان کی منافی اعمال ہوتا ہے۔

4) معلوم ہوا کہ یہ صرف صحیح دلیل ہے کیونکہ اللہ رب العالمین نے تمثیل و تشبیہ سے کام لیا ہے۔

5) یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقین کا شمار کفار میں ہوگا۔

6)یوم آخرت کی حقانت ثابت ہوئی اور وہ قیامت کا دن ہے

7) یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ رب العالمین جس کے لیے کفر کا فیصلہ کر دے اس کی ہدایت ممکن نہیں۔

****

درس حدیث

محمد احمد ظهیر (کلیہ سنہ ثانیۃ)

عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ السَّاعِدِيِّ رضي الله عنه قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ: «نَعَمْ، الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا

(سنن أبي داود، حدیث نمبر 5142)
(صححه العراقی۔)

ترجمہ : حضرت ابو اُسید مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بنو سلمہ کا ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میرے والدین کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک کا کوئی طریقہ باقی ہے جس کے ذریعے میں ان کے ساتھ برّ (احسان) کر سکوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! ان کے لیے دعا کرنا، ان کے لیے مغفرت طلب کرنا، ان کے بعد ان کی وصیتوں کو بروئے کار لانا، ان رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا جن سے تعلق صرف والدین کے ذریعے ہے، اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا۔

تشریح : والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور بھلائی کرنا اسلام میں نہایت عظیم اور اجر و ثواب والا عمل ہے۔ قرآن و سنت میں بار بار والدین کے حقوق کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے فوراً بعد ذکر کیا گیا ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی اور

احسان دینِ اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔ عام طور پر انسان اپنی زندگی میں والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتا ہے۔ کوئی مال کے ذریعے خدمت کرتا ہے، کوئی حسنِ معاشرت، ادب و احترام، ملاقات اور اطاعت کے ذریعے، اور کوئی مختلف انداز سے، لیکن ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا والدین کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا سلسلہ باقی رہتا ہے؟

اس حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے نہایت جامع اور واضح انداز میں اس سوال کا جواب عنایت فرمایا اور والدین کے انتقال کے بعد ان کے ساتھ حسنِ سلوک کے کئی دروازے کھول دیے۔ جو کہ درج ذیل ہیں:

1۔ دعا اور استغفار: سب سے عظیم ترین ذریعہ والدین کے لیے دعا اور استغفار ہے۔ دعا ایک ایسی آسان عبادت ہے جو ہر شخص، خواہ وہ مالدار ہو یا غریب، ہر حال میں کر سکتا ہے۔ چونکہ یہ عبادت گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور درجات کی بلندی کا سبب بنتا ہے۔ اولاد کی دعا والدین کے لیے نہ ختم ہونے والا صدقۂ جاریہ ہے۔

2۔ مالی عبادات، صدقہ و خیرات:

احادیث سے ثابت ہے کہ مالی عبادات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، اور اس پر علماءِ سلف کا اتفاق ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ کا انتقال اچانک ہو گیا اور وہ وصیت نہ کر سکیں، میرا خیال ہے کہ اگر وہ بول سکتیں تو صدقہ کرتیں، تو کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ (صحیح بخاری، کتاب الوصایا، 2760)۔

3۔ والدین کی وصیتوں کو پورا کرنا:

حدیث میں یہ بھی فرمایا گیا کہ والدین نے اپنی زندگی میں جو وصیتیں کی ہیں، انہیں ان کے بعد پورا کرنا بھی ان کے ساتھ نیکی میں شامل ہے۔ یہ عمل والدین کے وقار، امانت اور سچائی کی حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے۔

4۔ صلہ رحمی: ان رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور تعلق قائم رکھنا جو صرف والدین کی وجہ سے رشتہ میں آئے ہوں، یہ اعلیٰ درجے کی نیکی ہے۔ والدین انسان کے وجود کا ظاہری سبب ہیں، اس لیے ان سے جڑے رشتوں کی قدر کرنا دراصل والدین ہی کی قدر کرنا ہے۔

5۔ والدین کے دوستوں کا احترام:

حدیث کے آخری ٹکڑے میں نبی کریم ﷺ نے والدین کے دوستوں کے احترام کو بھی برّ یعنی اعلیٰ درجے کی نیکی قرار دیا۔ یہ عمل والدین سے محبت، وفاداری اور حسنِ اخلاق کی واضح علامت ہے۔

قارئین کرام! اسلام کی جامعیت اور کامل نظامِ حیات ہونے کی ایک روشن دلیل یہ ہے کہ اس نے والدین کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ نیکی کے متعدد مواقع عطا کیے ہیں۔ دعا، استغفار، صدقہ، وصیتوں کی تنفیذ، صلہ رحمی اور والدین کے دوستوں کا احترام یہ سب وہ اعمال ہیں جن کے ذریعے اولاد اپنے مرحوم والدین کے درجات بلند کر سکتی ہے۔

اخیر میں رب العالمین سے دعا ہے کہ اے ہمارے رب ہمیں اپنے والدین کی زندگی میں بھی اور ان کے انتقال کے بعد بھی ان کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمارے والدین کی مغفرت فرما، ان کے درجات بلند فرما اور ہمیں ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنا دے۔ آمین یارب العالمین

****

اردو–ہندو مسلم کی مشترکہ وراثت

عبدالمقتدر (کلیہ سنہ اولی)

اردو ہندوستانی زبانوں میں اپنی شیرینی، مٹھاس، روانی اور نغمگی کی بنیاد پر خاص امتیاز رکھتی ہے۔ یہ خالص ہندوستانی زبان ہے۔ اپنی خصوصیات کی وجہ سے یہ آج دنیا کے ہر خطے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ دنیا کے تمام ممالک میں اردو زبان کے پرستار موجود ہیں اور ہر جگہ بڑے پیمانے پر علم وادب کی شمع روشن ہو رہی ہے۔ مشہور شاعر داغ دہلوی نے کیا خوب کہا ہے؎

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغؔ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

اردو ہمارے ملک کی مشترکہ وراثت کی امین اور ہمارے مشترکہ کلچر کی نمائندگی کرتی ہے، اردو ترکی زبان میں فوج یا لشکر کو کہتے ہیں۔ دراصل اس زبان کی پیدائش اور پرورش فوجی چھاونی میں ہوئی۔ جہاں ہر مذہب، ذات اور نسل کے فوجی ہوتے ہیں، ان فوجیوں کے آپسی میل جول اور مختلف زبانوں کے تال میل سے اردو زبان وجود میں آئی۔

لیکن ایک غلط فہمی ہمارے معاشرے میں عام ہو چکی ہے کہ اردو ایک مستقل اور محض مسلمانوں کی زبان ہے۔ اس غلط فہمی کی ایک وجہ اس زبان کا فارسی رسم الخط پر مشتمل ہونا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آج اردو لکھنے پڑھنے کا دستور عموماً مسلمانوں میں ہی پایا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو میں 60 فیصد سے زیادہ کھڑی بولی کے الفاظ ہیں جو اردو

اور ہندی دونوں زبانوں کی ماں ہے۔اس زبان کوابتدامیں ہندوستانی،ہندوی اور اردو کے نام سے موسوم کیا گیا۔چودھویں صدی عیسوی میں جب ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی تو ان کے فوجی سپاہیوں کی زبان ترکی، عربی اور فارسی تھی۔اس وقت ہندوستان میں سنسکرت، کھڑی بولی، برج بھاشا،مگھی اور ہریانوی زبانوں کا بول بالا تھا، مختلف تہذیبوں اور زبانوں کے باہمی میل جول سے ایک نئی تہذیب اور ایک نئی زبان وجود میں آئی جس میں مختلف تہذیبوں کی رنگارنگی اور مختلف زبانوں کے الفاظ واستعارات نے جگہ پائی اور ہم اسی عظیم المرتبت زبان کو اردو کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

مشہور تاریخ داں ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں:

"مسلم ذہن ہندوانہ رنگ وروپ قبول کرنے لگااور اس نے فارسی و ترکی کی جگہ مقامی زبانوں کو سیکھنا اور استعمال کرنا شروع کیا،ہندوؤں نے عربی،فارسی اور ترکی الفاظ کو مقامی محاوروں میں جگہ دی،اسی لین دین کا منافع ہماری تہذیب کے خزانے میں اردو کی شکل میں شامل ہوا۔"

کرشن چندر نے اردو کی خصوصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

"اردو ادب شروع ہی سے ایک مشترکہ ہندآریائی تہذیب اور کلچر کا گہوارہ رہا ہے،اس کی ترویج و اشاعت میں ہندوؤں اور مسلمانوں،سکھوں اور عیسائیوں نے مل جل کر حصہ لیا ہے۔اردو ایک ہندوستان گیر زبان ہے،اس نے اپنے دائرۂ اثر میں ہر مذہب و ملت ،ہر رنگ و

نسل کے افراد کے محسوسات اور جذبات کو سمو کر ایسا ادبی رنگ وروپ عطا کیا ہے جس سے اس زبان کے ادب اور شاعری پر باہمی میل جول ،رواداری، محبت،اخوت اور قومی یکجہتی کے جذبوں کی گہری چھاپ پڑچکی ہے،ان ہی عناصر کی موجودگی نے اردو زبان وادب کوایک سیکولر مزاج عطا کیا ہے جو سارے ہندوستانی عوام کے جمہوری جذبے سے ہم آہنگ ہے۔"

انہی خیالات کو جگن ناتھ آزاد نے شعری پیکر میں یوں ڈھال کر پیش کیا ہے:

غلط ہے جو سمجھتا ہے اغیار کی بولی
یہ ہے اخلاص کی طرزِ تکلم پیار کی بولی
ریاضِ ہند میں اردو وہ اک خوش رنگ پودا ہے
جسے خونِ جگر سے ہندو مسلم نے سینچا ہے

برج لال رعنا نے اردو کے ہندوستانی نژاد ہونے کا یوں اعتراف کیا ہے:

نام اردو کبھی ہندی کبھی ہندوستانی
فارسی خالہ مری سنسکرت ہے نانی
بھارتی اپنا لباس اور سنگھار ایرانی
لے کے ہر پھول سے رس، کرتی ہوں گل افشانی
میرا ہر دیس سے پربندھ ہے،ہر قوم سے سمبندھ
میں کسی دین کی تابع،نہ دھرم کی پابند

اردو زبان کے اس سیکولر مزاج کے باوجود آج اردو زبان کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اسے محض مسلمانوں کی زبان تصور کر لیا گیا ہے، جبکہ زبان تہذیب اور کلچر کی پروردہ ہوتی ہے، لیکن اسے مذہب سے جوڑ کر دیکھا جانے لگا۔ زبان مذہبی لٹریچر کے مطالعے کا وسیلہ تو ہو سکتی ہے لیکن کوئی مذہب کسی زبان کو جنم نہیں دے سکتا۔ آج چونکہ اردو لکھنے پڑھنے والا طبقہ بیشتر مسلمانوں پر محیط ہے،اس لئے اگر ہم تسلیم کر بھی لیں کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے تو اردو زبان وادب کی ترقی اور

نشوونما میں کار ہائے نمایاں انجام دینے والے غیر مسلم ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کے ساتھ ہونے والی زیادتی کو ہم کیانام دیں گے؟ کیااردو زبان وادب کی تاریخ سینکڑوں غیر مسلم شعراء وادباء کے ذکر کئے بغیر مکمل ہو سکتی ہے؟ جنہوں نے نہایت ہی شفقت و لطافت سے اردو کی زلفیں سنواری ہیں اور اس زبان کی آبیاری اور نشوونمامیں اپناخونِ جگر شامل کیاہے۔

یہ درست ہے کہ اردو کے فروغ اور ارتقائی سفر میں ولی دکنی، میر امن، مرزا ہادی رسوا، داغ دہلوی، بہادر شاہ ظفر، حسرت موہانی، میر، غالب، ذوق، اقبال، فیض، ساحر وغیرہ کا اہم رول رہاہے، لیکن نہال چند لاہوری، درگا سہائے سرور، للو لال جی کوی، دیا شنکر نسیم، لبھو رام جوش ملیسانی، پنڈت بالمکند عرش ملیسانی، موہن دتاتریہ کیفی، برج نارائن چکبست، تلوک چند محروم وغیرہ بھی وہ شاعراورادیب ہیں جنہوں نے ابتدائی دور میں اردو کے خدوخال کو نمایاں کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ یہ رام بابو سکسینہ تھے جنہوں نے پہلی بار اردوادب کی تاریخ مرتب کی۔ منشی نول کشور کی خدمات سے صرفِ نظر ممکن ہی نہیں ہے، جنہوں نے 1858ء میں لکھنؤ میں نول کشور پرنٹنگ پریس اور بک ڈپو قائم کیا، جس کے توسط سے سینکڑوں کتابیں اور رسالے محفوظ ہوئے۔ان کی اس گراں بہا خدمت کے اعتراف میں حکومت ہند نے ۱۹۷۰ء میں ان پر ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔راجہ رام نارائن موزوں، مہاراجہ شتاب رائے، کلیان سنگھ عاشق کی سرپرستی اور مربیانہ سلوک کی وجہ سے اردو نے ترقی کی منزلیں طے کیں۔ان لوگوں

نے نہایت محبت اور شفقت کے ساتھ اردو کو قدم در قدم چلنا سکھایا۔

اردو ادب کی تاریخ منشی پریم چند کو کیسے فراموش کر سکتی ہے جنہوں نے اردو کا پہلا افسانہ 'سوزِ وطن' کے عنوان سے تحریر کیا۔یہی نہیں بلکہ منشی پریم چند نے ہی اردو افسانے کو رومان کی وادی سے نکال کر حقیقت کی سنگلاخ زمینوں پر قدم جمانے کا ہنر عطا کیا۔یہ پریم چند تھے جنہوں نے ہندوستان میں ترقی پسند تحریک کے شروع ہونے سے پہلے افسانہ 'کفن' لکھ کر اپنی دور اندیشی اور ترقی پسندی کا ثبوت دیا۔ان کی رائے میں ادب کو زندگی کا ترجمان ہونا چاہئے۔وہ ایسے ادب کو ذرا بھی اہمیت دینے کے روادار نہیں تھے جو قاری کو خوابوں کی سرزمین میں لے جاکر بے عملی کا سبق دے بلکہ ان کے خیال میں ادب میں زندگی کی وہ حقیقتیں نمایاں ہونی چاہئیں جو قاری کے اندر حرکت،اضطراب اور بے چینی پیدا کرے۔

پریم چند کے ان خیالات نے ادب کی دنیامیں شعری اور افسانوی دونوں سطح پر ہلچل پیدا کر دی اور کتنے ہی نوجوان متوالے ادیبوں اور شاعروں نے ان کی روشن کی ہوئی شمع کو منور کرنے کا کام کیا۔

سعادت حسن منٹو،عصمت چغتائی،احمد ندیم قاسمی،علی عباس حسینی کے ساتھ ساتھ راجندر سنگھ بیدی،اپندر ناتھ اشک،دیوندر ستیارتھی،بلونت سنگھ،ہنس راج رہبر،رامانند ساگر وغیرہ نے اردو افسانے کو فن کی بلندی تک پہنچانے میں اہم رول ادا کیا۔اسی طرح شاعری کے میدان میں مجاز،فیض،جگر مرادآبادی،جوش ،سردار جعفری،جذبی

،کیفی اعظمی،اخترالایمان کے ساتھ رام پرساد بسمل، رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری کی غزلوں نے اردو عوام کے دلوں پر حکومت کی ہے۔یہ دوراردوزبان و ادب کا سب سے سنہرادور کہلاتا ہے،جس میں اردو زبان اپنی پوری توانائی کے ساتھ جلوہ گر ہوئی اور ہر طرح کے موضوعات ومضامین اردو زبان کے وسیلے سے ادا ہونے لگے۔اردو شعراء وادباء کی اس نسل سے پیوستہ جو دوسری نسل اردو کی آبیاری کے لئے تیار ہوئی اس میں مسلم ادباء و شعراء کے شانہ بہ شانہ جگن ناتھ آزاد، کنہیا لال کپور،نریش کمار شاد،بششیر پردیپ،دیوندراسر، برج پریمی،آنند نارائن ملا،حکم چند نیر،گیان چند جین،مالک رام ،کمار پاشی،کشمیری لال ذاکر،کنور مہندر سنگھ سحر وغیرہ جیسے عاشقانِ اردو کا نام سنہری حرفوں سے لکھے جانے کے لائق ہے۔

اردو کو اپنے قلم کا وسیلہ بنانے والوں کی یہ طویل فہرست اس بات کی ضامن ہے کہ اردو زبان کسی خاص مذہب، فرقے یاعلاقے کی زبان نہیں ہے بلکہ اس کی آبیاری اور نشوونما میں ہر مذہب وملت اور خطے کے افراد نے بھرپور حصہ لیا ہے۔اردو زبان اسی مشترکہ تہذیب کی نہ صرف نمائندہ ہے بلکہ اس تہذیب کے اظہار کا وسیلہ بھی ہے۔

لیکن آج اس تلخ حقیقت کو بھی ہم نظرانداز نہیں کر سکتے کہ اردو کے متوالوں کی تعداد پہلے کے تناسب میں کافی کم ہو چکی ہے ۔اردو کو اوڑھنا بچھونا بنانے والے شیدائی اب خال خال نظر آتے ہیں لیکن صورت حال مایوس کن بھی نہیں ہے۔

سلیقے سے ہواؤں میں جو خوشبو گھول سکتے ہیں
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جو اردو بول سکتے ہیں

گوپی چند نارنگ، دیپک بدکی، سمپورن سنگھ گلزار، گلزار دہلوی، کے کے کھلر، سوہن راہی، کیول دھیر، پرت پال سنگھ بیتاب، جتندر بلو، چندر بھان سنگھ خیال، وشال کھلر، ڈاکٹر نریش، ممتا مہروترہ، اویناش امن، شیویہ ترپاٹھی، شوبھا ترپاٹھی، راجیو پرکاش ساحر، جمنا پرشاد راہی، ارجن پنڈت، مینو بخشی وغیرہ جیسے اردو کے قدر دان اب بھی اپنے شعر وادب کے اظہار کے لئے اردو زبان کو وسیلہ بنائے ہوئے ہیں۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے پروفیسر شہزاد انجم نے روزنامہ انقلاب کے ادبی ایڈیشن میں ''پاسباں مل گئے'' کے کالم کے تحت غیر مسلم ادباء و شعراء کے تعارف اور تجزیہ کا سلسلہ قائم کر رکھا ہے، جس سے امید اور تسکین کی شمع روشن ہوتی دکھائی دیتی ہے۔

مذکورہ ادباء و شعراء کے علاوہ بھی متعدد لوگ ایسے ملتے ہیں جو بھلے اردو رسم الخط سے نابلد ہوں لیکن اردو زبان کی شیرینی اور سحر انگیزی کے اسیر ہو کر اردو کی نشو ونما میں منہمک ہیں۔ آج اردو کی بقا کے لئے ایسے لوگ آگے آرہے ہیں جو نہ تو ادیب اور شاعر ہیں اور نہ ہی کسی ادبی و مذہبی ادارے سے وابستہ۔ ان کے دلوں میں اردو زبان کی محبت ہے، وہ جانتے ہیں کہ اردو فقط ایک زبان ہی نہیں ایک ثقافت کا نام ہے، ایک تہذیب کی علامت ہے جو نہایت آہستگی سے دلوں میں جگہ بناتی ہے۔

کالم نگار شکیل شمسی نے اردو کے ماضی اور موجودہ تشفی بخش صورت حال پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

"اگر ہم اردو کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو کسی زمانے میں منشی نول کشور اس کے فروغ میں مصروف نظر آئیں گے، کہیں غالب کی تحریروں میں ہر گوپال تفتہ جابجا مسکراتے ہوئے ملیں گے، کہیں پنڈت برج نارائن چکبست اور رتن ناتھ سرشار اردو کی راہوں میں پھول بچھاتے ہوئے نظر آرہے ہوں گے۔

شاید کوئی کہے کہ آزادی سے پہلے کی بات کرنے کا کیا فائدہ؟ مگر آزادی کے بعد بھی تو رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری، کنور مہندر سنگھ بیدی، جگن ناتھ آزاد، نریش کمار شاد، سمپورن سنگھ گلزار، کرشن بہاری نور، شین کاف نظام اور پنڈت گلزار زتشی جیسے سلاطینِ قلم گلستان اردو کو سیراب کرتے رہے اور آج تو نہ جانے کتنے نوجوان لڑکے رنجیت چوہان کی شکل میں اردو کی خدمت کررہے ہیں تو آپ ان کو کیا جواب دیں گے؟ ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب یہ کہہ دیں کہ یہ سب تو ادیب، شاعر اور مصنف ہیں، ان سب کو زبان سے ذاتی لگاؤ تھا، مگر ذرا سوچیے، ای ٹی وی کے مالک راموجی نے اردو کا چینل کیوں شروع کیا؟ کیوں امبانی ریلائنس کی مدد سے اردو کا چینل چلانے پر مجبور ہوگئے؟ کیوں زی ٹی وی نے زی سلام شروع کیا؟ کیوں سہارا کے مالکان نے اردو صحافت کو مقامی اور علاقائی حدود سے نکال کر ایک قومی اخبار کی شکل دی؟ انہوں نے اردو کا چینل کیوں شروع کیا؟ جاگرن گروپ نے جب مِڈڈے گروپ خریدا تو انقلاب پر سب سے زیادہ توجہ کیوں دی؟ کیوں اردو کی سب سے بڑی ویب سائٹ ریختہ کے نام سے ملک کے ایک بڑے

صنعت کار سنجیو صراف نے شروع کی؟ کیوں انہوں نے ہزاروں شاعروں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انٹرنیٹ کے صفحات پر محفوظ کر دیا؟ کیوں انہوں نے اردو کی نادر و نایاب کتابوں کو لافانی بنانے کے لئے پی ڈی ایف فائلیں بنانے کا کام شروع کیا؟ کیوں سنجیو صراف نے اردو کی محفلوں کو پرانے شہر کی گلیوں سے نکال کر انڈیا گیٹ کے قریب واقع دھیان چند نیشنل اسٹیڈیم کے احاطے میں پہنچا دیا؟ ان تمام سوالوں سے بھی زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ ریختہ کے سالانہ جشن میں شریک ہونے والوں کی اکثریت غیر مسلموں پر کیسے مشتمل رہتی ہے؟ انگریزی کے بڑے اخبار ٹائمز آف انڈیا نے 25 نومبر 2023 کو جو سرخی لگائی، اس میں ایک سوال تھا ''کیا اردو مر رہی ہے؟'' اور پھر اسی میں دوسرا جملہ لکھا ''نہیں بلندیوں کو چھو رہی ہے'' اور اردو کو بلندیوں پر لے جانے کا کام وہ لوگ کر رہے ہیں جن کا اردو سے معاشی اور کاروباری رشتہ نہیں بلکہ روحانی اور قلبی رشتہ ہے۔''

تو بھلا کیا اب بھی اردو کو اسلامی لبادہ پہنانے والے خود کو جوابدہی کے قابل سمجھ رہے ہیں یا اِتنے براہین ان کی زبان پر قدغن لگانے کیلئے کافی ہیں؟

اردو زبان کی شیرینی اور مٹھاس کے بغیر فلم، ڈرامے، غزلیں، گانے سب نامکمل ہیں۔ اردو زبان کی فصاحت اور شین قاف کی درستگی کی وجہ سے گلوکاروں اور اداکاروں کے لئے اس زبان کو اپنانا لازمی ہوتا ہے، جن کی بدولت آج تمثیلات و سیاسیات کی دنیا اپنے پَر پھیلائے پھرتی ہے اور اگر یہ کہہ دیا جائے کہ سرزمینِ ہند کی سبھی زبانوں پر اردو کو عمومی فوقیت حاصل

ہے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا، بلکہ ہر کوئی اس کا معترف بھی ٹھہرے گا خواہ زبانِ حال سے ہو یا زبانِ مقال سے۔

دراصل اردو زبان میں محبت کی ایسی خوشبو بسی ہوئی ہے جو ہر کسی کے دل و دماغ کو معطر کر دیتی ہے۔اس زبان کی جادوئی قوت نے سب کے دلوں کو مسخر کر رکھا ہے۔اردو دراصل محبت اور آشتی کی زبان ہے۔اس زبان میں دوسری زبانوں کے الفاظ کو اپنانے کی بڑی قوت ہے،اس لئے اردو میں مختلف زبانوں کے الفاظ نے جگہ بنائی ہے۔یہ ممکن ہے کہ تمام لوگ اس زبان کو لکھ یا پڑھ نہ سکیں. لیکن ہندوستان کے بیشتر علاقوں میں اسے سمجھا اور بولا جاتا ہے۔اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ اردو زبان کا اپنا کوئی مخصوص علاقہ نہیں ہے بلکہ یہ تمام علاقوں کی زبان ہے اور نا ہی اس کی کوئی مخصوص تہذیب ہے بلکہ یہ تمام تر ثقافات وحضارات کو یکسر قبول کرتی ہے۔کسی شاعر نے بہترین اعتراف کیا ہے :

وہ کرے بات تو ہر لفظ سے خوشبو آئے
ایسی بولی وہی بولے جسے اردو آئے۔

مصادر و مراجع:

اردو—ہندو اور مسلمانوں کی مشترکہ تہذیبی وراثت (ڈاکٹر شہزاد انجم)

روزنامہ انقلاب، کالم بنام (پاسباں مل گئے) ڈاکٹر شہزاد انجم

سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں زباں کی ہے (ڈاکٹر وسیم دہلوی)

www.rekhta.com

****

آج معاشرے میں جنسی تعلقات عروج پر کیوں؟

انضمام الحق (کلیۃ سنۃ اولی)

آج کے اس پُرآشوب دور میں اگر ہم اپنے معاشرے کا سرسری جائزہ لیں تو برائیاں اپنے عروج پر نظر آتی ہیں، فحاشی و عریانیت کا غلبہ ہے، حلال و حرام کی تمیز مفقود ہوتی جا رہی ہے، اور فتنوں کا بازار پورے آب وتاب سے گرم ہے۔

انہی برائیوں میں ایک نہایت سنگین اور مہلک برائی وہ ہے جو رفتہ رفتہ لوگوں کے دل ودماغ میں سرایت کرتی جا رہی ہے اور پورے انسانی معاشرے کو اپنی گرفت میں لیتی جا رہی ہے، اور وہ ہے ناجائز جنسی تعلقات کا بڑھتا ہوا رجحان۔ اس کی سنگینی کا اندازہ اعداد وشمار سے لگانا بھی مشکل ہے۔

محترم قارئین!

اللہ ربّ العالمین نے انسان کو خیر وشر کے راستے واضح طور پر دکھا دیے ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾(سورة الإنسان: 3)

ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو راستہ دکھا دیا، خواہ وہ شکر گزار بنے یا ناشکرا۔

اس آیتِ کریمہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت واضح فرما دی کہ انسان کو صحیح راہ کی رہنمائی عطا کر دی گئی ہے، اب یہ اسی کے اختیار میں ہے کہ وہ اطاعت و شکر گزاری کا راستہ اپنائے یا نافرمانی کا راستہ اختیار کر کے خود کو گمراہی میں مبتلا کر لے۔

بحثیتِ انسان اس کے اندر کچھ فطری خواہشات اور ضرورتیں رکھی گئی ہیں، اور ان کی تکمیل کے لیے اللہ ربّ العزّت نے نکاح کو مشروع اور جائز ذریعہ قرار دیا ہے۔ لیکن جب انسان اس فطری اور شرعی نظام سے روگردانی کرتا ہے تو وہ اپنی خواہشات کی تسکین کے لیے غیر فطری اور غیر شرعی راستوں کی تلاش میں نکل پڑتا ہے، جس کے نتیجے میں معاشرے میں بے شمار اخلاقی اور سماجی برائیاں جنم لیتی ہیں۔

یوں تو ہمارے معاشرے میں برائیوں کی کمی نہیں، لیکن ان میں ناجائز جنسی تعلقات ایسی مہلک بیماری ہے جو بالخصوص ہمارے نوجوان طبقے کو اندر سے کھوکھلا کرتی جا رہی ہے۔ اس کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں، جن میں سے چند کا ذکر آئندہ سطور میں کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

دینی تعلیمات سے دوری:

شریعتِ اسلامیہ خواتین کو تعلیم حاصل کرنے سے ہر گز نہیں روکتی، بلکہ اس کی ترغیب دیتی ہے؛ کیوں کہ اولاد کی تربیت میں ماں کا کردار نہایت بنیادی اور فیصلہ کن ہوتا ہے۔ اگر ماں تعلیم یافتہ ہو گی تو وہ اپنی اولاد کی بہتر انداز میں پرورش کر سکے گی۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر رسولِ اکرم ﷺ نے خواتین کی تعلیم کے لیے ایک دن مخصوص فرمایا، تاکہ وہ بھی علم کے میدان میں پیچھے نہ رہیں۔ (بخاری، 7310)

لیکن آج ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ دینی تعلیم اپنی اصل روح کھو چکی ہے اور محض چند ظاہری رسومات تک محدود ہو کر رہ گئی ہے، اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ نئی نسل میں گناہ کی قباحت کا احساس ماند پڑتا جا رہا ہے، چنانچہ حلال اور جائز راستوں

کو ترک کر کے حرام اور ناجائز طریقوں کو اپنایا جارہا ہے، نکاح سے دوری اختیار کی جا رہی ہے، اور ناجائز جنسی تعلقات کو فروغ مل رہا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ دینی تعلیمات کو دوبارہ اپنی زندگی کا حصہ بنایا جائے، بالخصوص اپنی بہنوں اور بیٹیوں، اور خاص طور پر نوجوان طبقے کو دین سے وابستہ کیا جائے، تاکہ وہ فکری اور اخلاقی انحطاط سے محفوظ رہ سکیں۔

شادی میں تاخیر کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا(يا معشَرَ الشَّبابِ، مَنِ استطاع منكم الباءَةَ فلْيتزوَّجْ فإنه أغض.للبصر وأحسن للفرج.)(متفق عليه)

اے نوجوانوں! تم میں سے جو بیوی کے نان ونفقے کی استطاعت رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ شادی کر لیں کیونکہ یہ نگاہوں کو نیچی اور شرمگاہ ہو گئی حفاظت کرتی ہے۔

جب ہم نے اپنے بھائیوں اور بہن بیٹیوں کی شادی وقت پر نہیں کیا، تو ان لوگوں نے چور دروازہ تلاش کیا، جس سے جنسی تعلقات عروج پر آیا اور لوگوں نے اس کو محبت سے تعبیر کیا، اور معاشرے کے حساس لوگوں نے اسے تسلیم بھی کر لیا حالانکہ شریعت نے اس کو زنا، بدکاری، بے حیائی، بے غیرتی، فحاشی اور عریانیت سے تعبیر کیا ہے قران کریم نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا﴿وَلَا تَقْرَبُواْ ٱلزِّنَىٰٓ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةً وَسَآءَ سَبِيلًا﴾ [الإسراء 32]

خبردار زنا کے قریب بھی مت بھٹکنا وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری

راہ ہے۔

تو کہیں فرمایا﴿ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِى فَٱجۡلِدُوا كُلَّ وَاحِد مِّنۡهُمَا مِائَةَ جَلۡدَة [النور 2]

زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورت کو سو سو کوڑے مارو۔

ان دونوں آیتوں سے زنا کی سنگینی واضح ہو جاتی ہے، لہذا ہمیں زنا جیسے سنگین جرم سے مکمل طور پر کنارہ کشی اختیار کرنا چاہیے اور شرعی طور پر اپنی ضروریات کو پوری کرنی چاہیے اس سے میری مراد نکاح ہے۔

مخلوط تعلیم اور مرد و عورت کا آزادانہ میل جول:

اسلام نے انسانی معاشرے کو پاکیزگی، حیا اور باوقار تعلقات کی مضبوط بنیادوں پر استوار کیا ہے۔ مرد و عورت دونوں کے لیے واضح حدود متعین کی گئی ہیں، تاکہ فتنہ و فساد کے دروازے بند رہیں اور عفت و عصمت کا ماحول قائم رہے۔ لیکن جب تعلیم یا دعوت کے نام پر مخلوط نظام عام ہو جاتا ہے، جہاں لڑکے اور لڑکیاں بے تکلفانہ انداز میں ایک ساتھ بیٹھتے ہیں، آزادانہ گفتگو کرتے ہیں، تو فطری طور پر دلوں میں میلان اور نفوس میں رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔

یہی وہ پہلا دروازہ ہے جو آگے چل کر فحاشی، بے حیائی اور ناجائز جنسی تعلقات کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾(الأحزاب: 32)

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم تقویٰ

اختیار کرو تو گفتگو میں نرمی نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ میں پڑ جائے، اور معروف (بھلی) بات کہو۔

شرم وحیا کا فقدان:

جس قوم کا اصل زیور ہی شرم وحیا ہو، اور جس صفت کو شریعتِ اسلامیہ نے ایمان کا جزو قرار دیا ہو، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ﴿الْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: حیا ایمان کا ایک حصہ ہے۔

جب کوئی قوم اس عظیم صفت سے اعراض کرنے لگتی ہے، تو وہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی عملی تصویر بن جاتی ہے: ﴿إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ﴾ (رواه البخاري)

ترجمہ: جب تم میں حیا نہ رہے تو جو چاہو کرو۔

پھر ایسی صورت میں نہ ناجائز تعلقات کو عیب سمجھا جاتا ہے، نہ سوشل میڈیا پر بے حیائی کو گناہ جانا جاتا ہے، اور نہ ہی جنسی انحرافات پر ضمیر ملامت کرتا ہے؛ کیونکہ جب حیا رخصت ہو جائے تو گناہ بھی معمولی بن جاتا ہے اور قباحت کا احساس بھی مٹ جاتا ہے۔

مغرب زدہ کلچر کو اپنانا:

آج ہم نے دوسروں کے طور طریقے کو اپنا لیا ہے؛ ہمارا اٹھنا بیٹھنا، ہماری تہذیب و تمدن، اخلاق و کردار سب کچھ دوسری قوموں کے رنگ میں رنگ چکا ہے۔ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ان چیزوں کو اپناتے وقت ہم فخر محسوس کرتے ہیں، خود کو Modern کہتے ہیں، اور اسے اپنی ترقی و کامیابی سمجھ بیٹھتے ہیں، حالانکہ حقیقت میں یہ ہماری ناکامی اور تباہی کا پیش خیمہ ہے۔

اگر مغربی معاشرے کا طائرانہ جائزہ لیا جائے تو وہاں ناجائز جنسی تعلقات

اس قدر عروج پر ہیں کہ ان کی مکمل تصویر کشی قلم کے بس سے باہر ہے۔ وہاں ماں کی شناخت تو معلوم ہوتی ہے، مگر باپ کی پہچان یوں مشکل ہو چکی ہے جیسے ریگستان میں سوئی تلاش کرنا۔ بچوں کو مکمل آزادی حاصل ہے، ہر ہاتھ میں اسمارٹ فون ہے، انٹرنیٹ کی فراوانی ہے، اور ہر شخص کو اپنی من مانی کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ پوری پوری رات چیٹنگ، جہاں چاہیں ڈیٹنگ نہ کوئی روک ٹوک، نہ کوئی نگرانی۔

افسوس کہ آج ہمارے معاشرے میں بھی نوجوان بھائیوں اور بہن بیٹیوں کی حالت کچھ ایسی ہی ہوتی جارہی ہے۔ نہ کوئی پوچھنے والا، نہ سمجھانے والا؛ گویا وہ بے لگام زندگی گزار رہے ہوں۔ کس کے ساتھ جاتے ہیں، کہاں رہتے ہیں اس سے کسی کو کوئی سروکار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں زنا، ناجائز جنسی تعلقات، بدکاری، بے حیائی اور فحاشی روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔

اگر اب بھی ہم نے ہوش کے ناخن نہ لیے تو بعید نہیں کہ ہماری حالت بھی یورپی معاشرے سے کم نہ رہے، بلکہ شاید اس سے بھی بدتر ہو جائے اور یہ کہنا کسی طرح کا مبالغہ نہیں۔

آج اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ہم اپنے بچوں کو دینی تعلیمات سے وابستہ کریں، ان کی نگرانی کریں، ان کی اچھی تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں۔ انہیں آزادی ضرور دیں، مگر مکمل بے لگامی نہیں۔ وہ کن لوگوں میں اٹھتے بیٹھتے ہیں، کن سے میل جول رکھتے ہیں اس کی خبر رکھنا ہماری ذمہ داری ہے، تاکہ وہ ان خطرناک تعلقات سے کوسوں دور رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، تقبّل یاربَّ العالمین۔

****

کیا تعلیم سے پہلے بھی کوئی چیز ہے؟

مفید احمد (کلیۃ سنۃ اولی)

اللہ تعالیٰ نے ہر امت کی طرف نبی مبعوث فرمائے اور ان کے ساتھ کتابیں یا صحیفے نازل کیے، جن میں وہ مکمل تعلیمات شامل تھیں جو اللہ تعالیٰ اس امت پر لازم کرنا چاہتا تھا۔ جب اللہ کی طرف سے یہ تعلیم نازل ہو جائے تو اس کا علم حاصل کرنا امت کے لیے ضروری ہو جاتا ہے۔

علم ہی وہ شے ہے جس کی بدولت ایک عام انسان کی شہرت دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ جاتی ہے، اور علم ہی کی بدولت ایک کم تر سمجھا جانے والا شخص بھی بلندیوں کو چھونے کی ہمت پیدا کر لیتا ہے۔

اسی حقیقت کی تصدیق نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے:

فضلُ العالِمِ على العابِدِ كفضلِ القمرِ على سائرِ الكواكب (سنن الترمذی، حدیث نمبر: 2685)

(عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر)

اسی لیے علم حاصل کرنا نہایت ضروری ہے، بلکہ علم ہی انسان کو انسان بناتا ہے۔

لیکن یہاں ایک بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے: کیا محض علم حاصل کر لینے سے انسان کامیاب ہو جاتا ہے؟ کیا علم سے پہلے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں؟

کیا صرف علم کی بنیاد پر آدمی عالم کہلا سکتا ہے؟

اگرچہ بہت سے لوگوں کا جواب اثبات میں ہوگا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جواب درست نہیں۔ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے، گزشتہ اہلِ علم کے حالات پر نظر ڈالی جائے، تو ہمیں کوئی ایسا عالم نظر نہیں آتا جس نے علم سے پہلے ادب نہ سیکھا ہو۔

وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ محض علم حاصل کر لینے سے کوئی عالم نہیں بنتا، جب تک علم سے پہلے ادب نہ سیکھا جائے۔ اسی لیے ابتدائے تعلیم ہی میں ادب پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی:

استاد سے کس طرح مخاطب ہونا ہے، انکے سامنے کیسے بیٹھنا ہے، کہاں بات کرنی ہے اور کہاں خاموشی بہتر ہے، اور گفتگو کا انداز کیا ہونا چاہیے؟

اگر کسی کے اندر ادب نہیں تو اس کا امتِ محمدیہ سے تعلق محض دعویٰ رہ جاتا ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ کو دنیا میں بھیجنے کا مقصد ہی اخلاق کی تکمیل تھا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

إنما بُعثتُ لأتممَ مكارمَ الأخلاق
(مسند احمد: 8952)

اور ایک اور مقام پر فرمایا:

أكملُ المؤمنين إيمانًا أحسنُهم خُلُقًا(المستدرک للحاکم: 60/1)
(صحیح علی شرط مسلم)

ترجمہ: ایمان کے اعتبار سے سب سے کامل مؤمن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے یہی اخلاق و آداب اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھائے، یہی وجہ ہے کہ اگر عرب کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ایسے بے شمار واقعات سامنے آتے ہیں جہاں علم کو ضروری سمجھا گیا، مگر ادب کو علم پر مقدم رکھا گیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کم سنی کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کیوں حاضر رہتے تھے؟

حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ انہیں نبی ﷺ کی خدمت میں کیوں لے کر آئیں؟

حضرت انسؓ نے دس سال تک نبی ﷺ کی خدمت کیوں کی؟اور امام احمد بن حنبلؒ کی والدہ کیوں اپنے کم سن بیٹے کو صبح سویرے علماء کی مجالس میں لے جایا کرتی تھیں؟

ان سب کا مقصد علم سے پہلے ادب و اخلاق سیکھنا تھا، خود کو علم کے قابل بنانا تھا۔ اسی لیے جب امام احمدؒ کی والدہ سے کہا گیا کہ بچہ ابھی پڑھنے لکھنے کے قابل نہیں، تو انہوں نے فرمایا: (اگرچہ یہ ابھی لکھنا پڑھنا نہیں جانتا، مگر ادب و اخلاق سیکھ لے گا، علماء کی مجالس میں بیٹھنے کا سلیقہ سیکھ لے گا، بڑوں اور چھوٹوں سے گفتگو کا طریقہ سیکھ لے گا۔) وہ جانتی تھیں کہ محض علم حاصل کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

اگر صرف علم ہی سے شرفِ علم حاصل ہو جاتا، تو سب سے بڑا عالم ابلیس ہوتا، کیونکہ اس کے پاس بے پناہ علم تھا، مگر وہ ادب سے عاری تھا۔ اسی بے ادبی نے اسے تکبر پر آمادہ کیا اور ایک بلند مقام سے قیامت تک کی ذلت میں گرا دیا۔

اصل فائدہ علم سے اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب اس کے ساتھ ادب ہو، تاکہ انسان نبی کریم ﷺ کے طریقے کے مطابق زندگی گزار سکے اور آپ ﷺ

کو اپنا اسوہ بنا سکے۔ آپ ﷺ کو صرف علم سکھانے کے لیے نہیں بھیجا گیا تھا، بلکہ زندگی گزارنے کے اصول، اخلاق اور آداب سکھانے کے لیے بھی مبعوث فرمایا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ آپ ﷺ کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر اسلام میں داخل ہوئے۔

صداقت، امانت، سچائی، عدل، ظلم کا خاتمہ - یہ سب نبی کریم ﷺ کے اخلاق کی روشن جھلکیاں تھیں، اسی وجہ سے دشمن بھی آپ ﷺ کو صادق اور امین کہنے پر مجبور تھے۔ یہ خوبیاں آپ ﷺ میں علمِ نبوت سے پہلے بھی موجود تھیں، جو اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ علم سے پہلے ادب ضروری ہے۔

لہٰذا ہمیں اپنے اندر اچھی خصلتوں کو پیدا کرنا ہوگا، گناہوں کو گناہ سمجھنا ہوگا چاہے وہ چھوٹے ہوں یا بڑے اور جھوٹ، غیبت، چغلی، خیانت اور بری صحبت سے اسی شدت سے بچنا ہوگا جس کی تاکید نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے۔

مگر اگر آج ہم اپنے اطراف کا جائزہ لیں تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تقریباً ستر فیصد ایسے علماء نظر آتے ہیں جن کے علم کا پلڑا تو بھاری ہوتا ہے، مگر جب اخلاق و کردار کو دوسرے پلڑے میں رکھا جاتا ہے تو وہ ہلکا پڑ جاتا ہے۔ علم اتنا کہ ایک جاہل معاشرے کو عالم بنا دیں، مگر ادب نہ ہونے کی وجہ سے نہ ان کے علم میں تاثیر رہتی ہے، نہ گفتار میں روانی۔

یہ دراصل نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے دوری ہے، حالانکہ قرآن گواہی دیتا ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾

(سورۃ القلم، آیت 4)

پھر ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم محبتِ رسول کے نعرے تو لگاتے ہیں، مگر آپ ﷺ کے طریقے پر چلنے سے کتراتے ہیں؟

آج علم کو ہم نے محض ذریعۂ معاش بنالیا ہے۔ ڈگریوں کے حصول کے لیے دن رات دوڑ دھوپ کرتے ہیں، مگر یہ نہیں سوچتے کہ دوسروں کے ساتھ ہمارا برتاؤ کیسا ہے۔ جب بد اخلاقی کی وجہ سے رسوائی ہوتی ہے تب جا کر احساس جاگتا ہے۔

آج کے دور میں والدین کی اکثریت اپنی ساری توجہ صرف تعلیم پر مرکوز کر دیتی ہے بہترین اسکول، اعلیٰ ڈگری، اچھی نوکری مگر ادب و اخلاق کی تربیت پیچھے رہ جاتی ہے۔

یاد رکھیے! تعلیم انسان کو عقل مند بنا سکتی ہے، مگر ادب و اخلاق ہی انسان کو حقیقی معنوں میں انسان بناتے ہیں۔

****

کلیۃ اللغۃ والدراسات الاسلامیۃ میں ثقافتی مسابقہ

کلیۃُ اللغۃ العربیہ میں منعقد ہونے والا ثقافتی مسابقہ تعلیم و تربیت کا ایک ایسا تابندہ باب ہے جو طلبہ کی فکری بالیدگی، ادبی ذوق اور تخلیقی صلاحیتوں کو جِلا بخشتا ہے۔ یہ ہفتہ نہ صرف تعلیمی ماحول کو نشاط اور تحرک عطا کرتا ہے، بلکہ طلبہ کے اندر خود اعتمادی، مثبت مسابقت اور تخلیقی اظہار کی روح بھی بیدار کرتا ہے۔

اسی شاندار روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے رواں سال ہفتۂ ثقافت کا باوقار آغاز 6 دسمبر 2025، بروز سنیچر کو اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ ہوا۔

پہلا دن: 6 دسمبر: ہفتۂ ثقافت کا نورانی آغاز مسابقۂ قرأتِ قرآنِ مجید سے ہوا، جس میں 61 طلبہ نے اپنی خوش الحان اور پراثر تلاوت سے محفل کو روحانیت سے معمور کر دیا۔ اس بابرکت محفل کی صدارت قاری عبدالسمیع نے فرمائی، جبکہ قاری یاسین اور قاری شمیم نے منصفانہ فرائض انجام دیے۔ یہ مقابلہ نہایت وقار، خشوع اور روحانی فضا میں اختتام پذیر ہوا اور سامعین کے قلوب کو منور کر گیا۔

اسی دن دوسرا پروگرام برجستہ خطابت عربی برائے کلیہ منعقد ہوا، جس میں 6 طلبہ نے اپنی فصاحت و بلاغت کا شاندار مظاہرہ کیا۔ اس جلسے کی صدارت ڈاکٹر یوسف طلحہ المدنی نے فرمائی، جبکہ ڈاکٹر ضیاء القمر المدنی اور شیخ علی محمد المدنی نے حکم کے فرائض انجام دیے۔

دوسرا دن: 7 دسمبر: ہفتۂ ثقافت کے دوسرے دن برجستہ خطابت اردو برائے عالمیت کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس فکری نشست کی صدارت ڈاکٹر یوسف المدنی نے فرمائی، جبکہ ڈاکٹر

سلمان احمد المدنی اور شیخ لیاقت ریاضی نے منصفانہ ذمہ داریاں نبھائیں۔ 37 طلبہ نے اپنی خطیبانہ صلاحیتوں سے سامعین کو مسحور کر دیا، اور ان کی تقاریر علم و حکمت کے موتیوں سے مزین تھیں۔

اسی روز انشائی صحافت اردو برائے کلیہ کا انعقاد بھی ہوا، جس کا موضوع اسلامی اوقاف: مفہوم و مقاصد تھا، اس کی صدارت ڈاکٹر منظور احمد المدنی نے فرمائی، جبکہ ڈاکٹر یوسف المدنی اور شیخ علی محمد المدنی نے حکم کے فرائض انجام دیے۔ اس مقابلے میں 21 طلبہ نے حصہ لیا۔

اسی دن کا تیسرا پروگرام برجستہ خطابت عربی برائے عالمیت تھا، جس کی صدارت ڈاکٹر سلمان احمد المدنی نے فرمائی۔ شیخ لیاقت ریاضی اور ڈاکٹر امان اللہ المدنی کی سربراہی میں یہ پروگرام نہایت خوش اسلوبی سے مکمل ہوا، جس میں 16 طلبہ نے اپنی فکر انگیز تقاریر سے سامعین کو محظوظ کیا۔

تیسرا دن: 8 دسمبر: پیر کے روز برجستہ خطابت اردو برائے کلیہ کا انعقاد ہوا، جس میں 10 طلبہ شریک ہوئے۔ اس نشست کی صدارت شیخ علی محمد المدنی نے فرمائی، جبکہ ڈاکٹر منظور احمد المدنی اور ڈاکٹر ضیاء القمر المدنی نے حکم کے فرائض انجام دیے۔

اسی روز انشائی صحافت اردو برائے سادس کا شاندار پروگرام منعقد ہوا، جس کا موضوع "مروجہ مشاعرہ: قرآن و حدیث کی روشنی میں" تھا۔ اس میں 35 طلبہ نے حصہ لیا۔ ڈاکٹر امان اللہ المدنی کی صدارت اور ڈاکٹر سلمان احمد المدنی و شیخ احمد جولم المدنی کی نگرانی میں طلبہ نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔

اسی دن کا ایک یادگار پروگرام اجتماعی بیت بازی بزبان اردو برائے عالمیت و کلیہ تھا، جس

میں 42 طلبہ نے شرکت کی۔اس محفل میں اردو زبان کی لطافت، روانی اور ادبی حسن نمایاں طور پر جلوہ گر رہا۔

اسی روز ایک منفرد اور نیا پروگرام مذاکرۂ آیاتِ قرآنیہ کے عنوان سے منعقد ہوا، جس میں 15 طلبہ نے اپنے حافظۂ قرآن کی حیرت انگیز صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔اس بابرکت پروگرام کی صدارت قاری عبدالسمیع نے فرمائی۔

چوتھا دن: 9 دسمبر: چوتھے دن انشائی صحافت عربی برائے عالمیت کا انعقاد ہوا۔ جس کا موضوع(أثر التوحيد على الفرد والمجتمع) تھا۔اس علمی نشست کی صدارت ڈاکٹر سلمان احمد المدنی نے فرمائی، جبکہ ڈاکٹر منظور احمد المدنی اور شیخ لیاقت ریاضی نے حکم کے فرائض انجام دیے۔اس مقابلے میں 62 طلبہ نے بھرپور شرکت کی۔

اسی روز اجتماعی بیت بازی بزبان عربی بھی منعقد ہوئی، جس میں عالمیت وکلیہ کے 24 طلبہ نے حصہ لیا۔ طلبہ کی عربی شاعری پر مضبوط گرفت دیکھ کر حاضرین بے حد متاثر ہوئے۔اس پروگرام کی صدارت ڈاکٹر امان اللہ المدنی نے فرمائی اور ڈاکٹر ضیاء القمر المدنی نے حکم کے فرائض انجام دیے۔

پانچواں دن: 10 دسمبر: ہفتۂ ثقافت کے آخری دن انشائی صحافت اردو برائے خامس کا انعقاد ہوا۔ جس کا موضوع (خاندانی نظام کے اصول وضوابط قرآن وحدیث کی روشنی میں) تھا۔اس کی صدارت شیخ علی محمد المدنی نے فرمائی، جبکہ شیخ لیاقت ریاضی اور ڈاکٹر امان اللہ المدنی نے حکم کے فرائض انجام دیے۔اس پروگرام میں 47 طلبہ نے شرکت کی اور اپنے پوشیدہ ادبی ہنر کو نمایاں کیا۔

اسی روز انشائی صحافت عربی برائے کلیہ بھی منعقد ہوئی، جس کا موضوع(تحصين

المجتمع المسلم ضد الغزو الفكري) تھا۔ جس کی صدارت ڈاکٹر یوسف المدنی نے فرمائی، جبکہ ڈاکٹر منظور احمد المدنی اور شیخ احمد جولم المدنی نے حکم کے فرائض انجام دیے۔ اس میں 12 طلبہ شریک ہوئے۔

بعدازاں انفرادی بیت بازی عربی و اردو کا پروگرام منعقد ہوا، جس میں دونوں زبانوں میں 20 طلبہ نے حصہ لیا۔ اس نشست کی صدارت ڈاکٹر ضیاء القمر المدنی نے فرمائی اور شیخ علی محمد المدنی حکم رہے۔ طلبہ نے اردو و عربی دونوں زبانوں میں اپنی مہارت کا شاندار ثبوت پیش کیا۔

اسی روز برجستہ سوالات کا دلچسپ پروگرام بھی منعقد ہوا، جس میں 30 طلبہ نے حصہ لیا۔ اس کی صدارت ڈاکٹر ضیاء القمر المدنی نے فرمائی اور شیخ علی محمد المدنی نے حکم کے فرائض انجام دیے۔

تمثیلی مشاعرہ: ہفتۂ ثقافت کا روح پرور اختتام تمثیلی مشاعرہ پر ہوا، جس میں 34 طلبہ نے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کا دلکش مظاہرہ کیا۔ اس ادبی محفل کی صدارت شیخ عبدالباری محمدی نے فرمائی۔ محفل نے روایتی ادبی رنگ میں طلبہ کی محنت، ذوق اور تخلیقی جذبے کو بھرپور داد دی۔

اختتامیہ: کلیۃُ اللغۃ العربیہ کا ہفتۂ ثقافت اپنی تمام تر سرگرمیوں کے ساتھ علم، ادب اور تہذیب کا آئینہ دار ثابت ہوا۔ ان پروگراموں نے طلبہ کی فکری، علمی اور تخلیقی صلاحیتوں کو جِلا بخشی اور ان کے اندر خوداعتمادی اور مثبت مسابقت کا جذبہ بیدار کیا۔

یہ امر نہایت قابلِ ذکر ہے کہ اس سال تقریباً 90 فیصد طلبہ نے ثقافتی سرگرمیوں میں عملی شرکت کی، جو اس ہفتۂ ثقافت کی کامیابی اور افادیت کا روشن ثبوت ہے۔ بلاشبہ یہ ہفتہ طلبہ کی شخصیت سازی، زبان دانی اور تخلیقی فکر کو پروان چڑھانے میں ایک یادگار سنگِ میل کے طور پر ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

النادی المحمدی کا سالانہ مسابقہ 2025–26

ہر سال کی طرح امسال بھی کلیۃُ اللغۃ العربیہ کے علمی و ادبی ماحول میں ہفتۂ النادی المحمدی اپنی منفرد شان کے ساتھ منعقد ہوا۔ یہ باوقار اور روح پرور پروگرام 27 دسمبر 2025، بروز سنیچر اپنی تمام تر آب وتاب کے ساتھ شروع ہوا اور مسلسل چھ دن تک علم، ادب اور فکر و فن کی شمعیں روشن کرتا رہا۔

یہ ہفتہ محض تقریبات کا مجموعہ نہیں تھا، بلکہ طلبہ کی فکری بالیدگی، ادبی ذوق اور تخلیقی صلاحیتوں کا آئینہ دار ثابت ہوا۔ خطابت و صحافت کے میدان میں طلبہ نے جو جوہر دکھائے، وہ اس بات کا بین ثبوت تھے کہ یہ ادارہ مستقبل کے باصلاحیت خطیبوں اور باوقار صحافیوں کی آماجگاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر پروگرام نہایت کامیابی اور حسنِ انتظام کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

پہلا دن: 27 دسمبر 2025: ہفتۂ نادی کے پہلے دن صحافتِ اردو برائے خامس کا شاندار انعقاد عمل میں آیا۔ جس کا موضوع (اہل السنہ والجماعہ کے بعض خصائص) تھا، اس علمی نشست کی صدارت ڈاکٹر نوح عالم المدنی نے فرمائی، جبکہ حکم کے فرائض شیخ احمد جولم المدنی اور شیخ لیاقت ریاضی نے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیے۔ اس پروگرام میں 61 طلبہ نے شرکت کی۔

دوسرا دن: 28 دسمبر 2025: اس روز سب سے پہلے صحافتِ اردو برائے سادس کا پروگرام منعقد ہوا، جس کا موضوع (فقہ میں ہندوستانی علمائے اہل حدیث کی تصنیفی خدمات: ایک مطالعہ) تھا، جس کی صدارت ڈاکٹر منظور احمد المدنی نے فرمائی۔ حکم کی ذمہ داری ڈاکٹر محمد امان اللہ

المدنی اور ڈاکٹر سلمان احمد المدنی نے سنبھالی۔اس مقابلے میں 33 طلبہ شریک ہوئے اور یہ پروگرام بھی اللہ کے فضل سے نہایت کامیاب رہا۔

اسی دن صحافتِ اردو برائے کلیہ کا انعقاد بھی عمل میں آیا۔ جس کا موضوع (تبدیلی زمان و مکان سے شرعی احکام میں تبدیلی: ایک تجزیاتی مطالعہ) تھا،اس کی صدارت ڈاکٹر محمد یوسف المدنی نے کی، جبکہ حکم کے فرائض ڈاکٹر نوح عالم المدنی اور شیخ علی محمد المدنی نے انجام دیے۔طلبہ کی تحریروں میں علمی پختگی اور فکری سنجیدگی نمایاں تھی۔

تیسرا دن: 29 دسمبر 2025: ہفتۂ نادی کے تیسرے دن خطابتِ اردو برائے خامس کا انعقاد ہوا۔ جس کا موضوع (اصلاح و تبلیغ میں مسجد کا کردار) تھا،اس بامقصد پروگرام کی صدارت ڈاکٹر محمد نسیم المدنی نے فرمائی، جبکہ حکم کی ذمہ داری ڈاکٹر محمد امان اللہ المدنی اور شیخ لیاقت ریاضی نے ادا کی۔اس پروگرام میں 49 طلبہ نے شرکت کی اور اپنی مدلل وپراثر تقاریر سے سامعین کو محظوظ کیا۔

چوتھا دن: 30 دسمبر 2025: منگل کے روز خطابتِ اردو برائے سادس کا انعقاد ہوا۔ جس کا موضوع (حصولِ علم کی رکاوٹیں اوران کا حل) تھا، صدارت کی ذمہ داری شیخ علی محمد المدنی نے نبھائی، جبکہ ڈاکٹر محمد یوسف المدنی اور ڈاکٹر منظور احمد المدنی نے حکم کے فرائض انجام دیے۔اس پروگرام میں 33 طلبہ شریک ہوئے۔ طلبہ کی پرجوش اور مدلل تقاریر نے پورے ماحول کو علمی رنگ میں رنگ دیا۔

اسی دن خطابتِ عربی برائے سادس کا پروگرام بھی منعقد ہوا، جس کا موضوع(الغلو في الدين: مفهومه وآثاره) تھا، جس کی صدارت ڈاکٹر سلمان احمد المدنی نے فرمائی۔ حکم کے فرائض ڈاکٹر محمد نسیم المدنی اور شیخ احمد جولم المدنی نے انجام دیے۔ اس مقابلے میں 26 طلبہ نے شرکت کی اور یہ ثابت کردیا کہ وہ اردو ہی نہیں بلکہ عربی خطابت میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔

پانچواں دن: 31 دسمبر 2025: بدھ کے روز خطابتِ اردو برائے کلیہ کا انعقاد ہوا۔ جس کا موضوع(اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق) تھا۔ اس کی صدارت ڈاکٹر منظور احمد المدنی نے فرمائی، جبکہ حکم کے فرائض ڈاکٹر ضیاء القمر المدنی اور شیخ علی محمد المدنی نے انجام دیے۔ اس پروگرام میں 20 طلبہ نے حصہ لیا۔ طلبہ کی تقاریر دلائل کی مضبوطی اور بیان کی شستگی کا حسین امتزاج تھیں۔

اسی دن خطابتِ عربی برائے خامس کا پروگرام بھی منعقد ہوا۔ جس کا موضوع(حقوق النبي ﷺ على البشرية) تھا، صدارت ڈاکٹر محمد امان اللہ المدنی نے فرمائی اور حکم کے فرائض ڈاکٹر محمد یوسف المدنی اور شیخ لیاقت ریاضی نے ادا کیے۔ اس پروگرام میں 30 طلبہ شریک ہوئے اور اپنی فصاحت وبلاغت سے داد وتحسین سمیٹی۔

چھٹا دن: یکم جنوری 2026: ہفتۂ نادی کے آخری دن سب سے پہلے خطابتِ عربی برائے کلیہ کا انعقاد ہوا۔ جس کا موضوع(طالب العلم بين أمانة التحمل و مسؤولية الأداء) تھا، اس کی صدارت ڈاکٹر محمد نسیم المدنی نے فرمائی، جبکہ حکم کے فرائض ڈاکٹر نوح عالم المدنی اور ڈاکٹر سلمان احمد المدنی نے انجام دیے۔ اس مقابلے میں 11 طلبہ نے شرکت کی۔

اس کے بعد خطابتِ انگریزی برائے عالمیت و کلیہ کا پروگرام منعقد ہوا۔ جس کا عنوان Why and how should children be brought up تھا، صدارت عارف سر نے فرمائی، جبکہ حکم کے فرائض رفیق سر اور فاروق سر نے انجام دیے۔اس میں 30 طلبہ شریک ہوئے اور یہ ثابت کر دیا کہ وہ اردو اور عربی کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان پر بھی بھرپور دسترس رکھتے ہیں۔

ہفتۂ نادی کا آخری اور منفرد پروگرام خطابتِ ہندی و مراٹھی برائے عالمیت و کلیہ تھا، جس کا موضوع:इस्लाम की दृष्टि में सांप्रदायिकता تھا ،اس کی صدارت افتخار سر نے فرمائی، جبکہ سعد عمیر سر اور جاوید سر کی سربراہی میں یہ پروگرام حسن و خوبی کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ہندی زبان میں 23 طلبہ اور مراٹھی زبان میں 5 طلبہ نے شرکت کی،اور یوں طلبہ نے لسانی تنوع میں بھی اپنی مہارت کالوہا منوایا۔

اختتامیہ: کلیۃُ اللغۃ العربیہ کا ہفتۂ النادی المحمدی 2025–26 اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت شاندار، بامقصد اور یادگار انداز میں اختتام پذیر ہوا۔ یہ ہفتہ علم و ادب، تہذیب و ثقافت اور فکری ارتقا کا روشن مینار ثابت ہوا۔

ان پروگراموں نے طلبہ کی علمی، فکری اور تخلیقی صلاحیتوں کو جِلا بخشی، ان کے اندر خود اعتمادی، مثبت مسابقت اور اظہارِ خیال کا حوصلہ پیدا کیا۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ 90 فیصد سے زائد طلبہ نے ان سرگرمیوں میں شرکت کی، جو اس ہفتے کی غیر معمولی کامیابی کا واضح ثبوت ہے۔

تحصين المجتمع المسلم ضد الغزو الفكري

محمد احمد (السنة الثانية من الكلية)

الحمد لله رب العالمين، الذي أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله، والصلاة والسلام على خاتم النبيين، إمام المرسلين، سيدنا محمد، وعلى اله وصحبه اجمعين.

أيها القراء الكرام! إن الغزو الفكري ليس طارئا يمر ثم ينقضي، بل هو وباء متجدد وفتنة مستمرة، يريد أعداء الدين من خلاله صرع العقول قبل صرع الأجسام، وتغيير القيم قبل تغيير الحدود؛ قال تعالى محذرا: ﴿ودوا لو تكفرون كما كفروا﴾ وقال سبحانه: ﴿يريدون ليطفئوا نور الله بافواههم﴾. والغزو الفكري أخطر من الحروب العسكرية؛ لأن العسكرية تفي الأبدان. أما الفكرية فتستلب الإيمان. قال النبي ﷺ: "إن الفتن تعرض على القلوب كالحصير عودا عودا" (مسلم). فهذه هي الفتن الفكرية تتسلل كما تتسلل النار في الهشيم.

أيها القراء الكرام! للغزو الفكري مجالات وميادين كثيرة؛ فقد نشرت الغزوة الفكرية شبكها في كل مجال؛ سواء في العقيدة والتوحيد، أو الشكوك والشبهات حول القرآن والسنة، أو الإشكاليات في التاريخ الإسلامي، أو في العبادات والعتقادات، أو في الأخلاقيات والمعاملات. واليوم قد اجتاحت الغزوة الفكرية مجالات العري والفجور، والتبرج، وتصاميم اللباس، وقصات الشعر، وأسلوب المشي، ووسائل الإعلام؛ فبإختصار. لقد بسطت غزوة الفكر شبكها في كل باب.

أيها القراء الكرام! إن من أعظم مظاهر الغزو الفكري في العصر الحاضر ما تمثل في الإخوانية، والسرورية، والقطبية، والمودودية؛ فقد دلت الدراسات والوقائع على ما جره هؤلاء من خسائر فادحة على الأمة الإسلامية، وما أحدثته أفكارهم من إضطرابات كانت سببا في هلاك أعداد كثيرة من المسلمين.

لقد جَعلوا هندسة الخروج على الحكام، وإشاعة الفتن، وتحريض العامة على ولاة الأمور منهجا لهم ومقصدا لحركتهم، وقد تجرأوا على شرف الصحابة –رضي الله عنهم– وطعنوا في مكانة السلف الصالح، وسعوا إلى نقض بناء الأمة الفكري والعلمي.

كما استندوا في ذلك إلى خطب وورويات تصدر عن مجروحين وساقطي العدالة، فجعلوا منها أداة للطعن في أصحاب رسول الله ﷺ، حتى تجرأت الألسُن على مقامهم الرفيع بسبب الأدبيات المسمومة التي بثوها في الأمة. وإن أخطر ما استهدفوه هو المجتمع المسلم عموما، وأهل الحديث خصوصا؛ فجعلوهم غرضا للطعن، ومحورا لحملاتهم الفكرية، حتى تنشغل الأمة عن مواجهة اعدائها الحقيقيين. وقد وصفهم رب العالمين بما هم أهله؛ فهم منافقون ذوو وجهين، كما قال سبحانه: ﴿ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفي صدورهم اكبر ﴾.

أيها القراء الكرام! السؤال هنا: كيف نحصن المجتمع المسلم ضد الغزو الفكري؟ وقد بين العلماء –رحمهم الله– أن ذلك لا يتحقق إلا بجملة من الوسائل، من أهمها:

1– التمسك بالعقيدة الصحيحة ونشرها بين أفراد المجتمع، وترسيخ معاني التوحيد والإيمان.

2– القيام بواجب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر بأسلوب حكيم يحقق المقصود ويمنع الفساد.

3– تعزيز دور المنزل والمدرسة والمسجد والمجتمع عامة في التوجيه والتربية والدعوة إلى الله تعالى.

4–إقامة الندوات والمحاضرات والدروس والمؤتمرات التي تعنى ببث الوعي الشرعي والفكري الصحيح.

5-المحافظة على الوحدة العقدية واجتماع الكلمة، والابتعاد عن أسباب الفرقة والاختلاف.

6-إعداد الشباب إعدادا عقديا وفكريا، فإن الشباب عماد الأمة، ولا بد من تحصينهم من رياح الشبهات.

7-إعادة مكانة العلماء، فإن العلماء مصابيح الدجى، وبسقوطهم يسقط المجتمع.

8-إشاعة روح الوحدة، وهذه الوحدة لا بد لها من العقيدة الصحيحة، قال تعالى: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعا ﴾، ولا حصانة للأمة مع التفرق والخِصام.

أيها القراء الكرام! إن لم نحفظ عقيدتنا، ونصن تراثنا، ونحمل أمانتنا العلمية، فستكون الأجيال القادمة فريسة للغزو الفكري، وأسيرة لفكر دخيل، وهوية مستوردة. إن أعظم ما نحتاج إليه هو إحياء بصيرة السلف الصالح، وصدقهم، وثباتهم؛ فما دام في القلب نور التوحيد، وفي الروح شعاع السنة، فلن يجد الباطل إلى الأمة سبيلا.

اللهم اجعلنا في حمايتك من كل فتنة وشر، وثبتنا على صراطك المستقيم، آمين.

المراجع والمصادر:

1. أثر الإيمان في تحصين الأمة الإسلامية ضد الأفكار الهدامة، د. عبد الله الجربوع .
2. الغزو الفكري والتيارات المعادية للإسلام، د. علي محمود .
3. الغزو الفكري، نذير حمدان .
4. الغزو الفكري أهدافه ووسائله، د. عبد الصبور مرزوق .
5. دراسات في المذاهب والتيارات الفكرية المعاصرة وهذه رسالة دكتوراه

تعالوا! نتعلّمِ العربيّةَ

(إدارة النادي)

1. تسعى الحكومةُ إلى تعزيزِ الوِحدةِ الوطنيّةِ فى البلاد۔
2. انتقدتْ المنظّماتُ الحقوقيّةُ الانتهاكاتِ الجسيمةَ لحقوق الإنسان۔
3. أعلنتِ المحكمةُ قرارَها النّهائيَّ فى القضيّةِ الشّهيرةِ۔
4. يطالب الشّعبُ بتطبيقِ القوانينِ بعدلٍ وإنصافٍ۔
5. أكّدتِ الدولةُ التزامَها بالمواثيقِ الدّوليّةِ۔
6. يُمنَعُ التّمييزُ على أساسِ الدّينِ أو العِرقِ فى الدّستور۔
7. أدّتِ الزّلازلُ فى بعضِ المناطقِ الجبليّةِ إلى خَسائرَ فادحةٍ۔
8. عقدَ مجلسُ الوزراءِ اجتماعًا طارئًا لبحثِ الأوضاعِ الرّاهنةِ۔
9. رفعتِ الجمعيّاتُ الخيريّةُ تقاريرَ مفصّلةً إلى السّلطاتِ العليا۔
10. ينبغى على المواطنينَ التّحلّي بالصّبرِ والحكمةِ فى الأزماتِ۔

(1) تعزيز الوحدة الوطنيّة قومی یکجہتی کو مضبوط کرنا

(2) المنظّمات الحقوقيّة: انسانی حقوق کی تنظیمیں انتهاكات حقوق الإنسان: انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں

(3) القرار النّهائي: حتمی فیصلہ القضيّة الشّهيرة: مشہور مقدمہ

(4) تطبيق القوانين بعدلٍ وإنصاف: قوانین کا منصفانہ نفاذ

(5) المواثيق الدّوليّة: بین الاقوامی معاہدات

(6) التّمييز على أساس الدّين أو العرق: دین یا نسل کی بنیاد پر امتیاز

(7) خَسائر فادحة: بھاری نقصانات

(8) مجلس الوزراء: کابینہ اجتماع طارئ: ہنگامی اجلاس

(9) الجمعيّات الخيريّة: فلاحی تنظیمیں السّلطات العليا: اعلیٰ حکام

(10) التّحلّي بالصّبر والحكمة: صبر ودانائی اختیار کرنا

The Beauty of Patience in Islam

Ahmad Furqan (B.A III)

Patience—sabr—is one of the most profound and beautiful virtues in Islam. It is not merely the act of waiting, but the strength of the heart that stays firm, calm, and trusting in Allah during difficulties, delays, and hardships. Islam teaches that life is a journey filled with tests, and patience is the light that helps a believer walk through them with dignity and faith.

The Qur’an praises those who practice patience, promising them blessings beyond measure. Allah says: “Indeed, Allah is with the patient.” This divine companionship shows how elevated this virtue is. When a believer remains patient, he is not alone—he is supported by the mercy and nearness of Allah.

Patience beautifies a person’s character. It protects the tongue from complaints, the heart from despair, and the mind from anger. It teaches control, gratitude, and reliance upon Allah. Through patience, wounds heal, hearts grow, and wisdom develops. It transforms trials into opportunities and pain into spiritual strength.

The Prophet Muhammadﷺ himself was the greatest example of patience. He endured hardships, rejection, loss, and suffering, yet he remained gentle, hopeful, and steadfast. His life teaches us that patience is not weakness—it is inner power human nature.

In Islam, patience is rewarded immensely. Those who practice it receive peace in this world and honor in the hereafter enormously. Truly, patience is a beauty that shines through the believer’s heart, actions, and attitude. It is a key to success, a path to closeness with Allah, and a treasure that brings light to every moment of life.





Student, s

Monthly Magazine November/December - 2025

Majallah Al-Nadi





PUBLISHED BY

AL- NADI AL- MOHAMMADI
COLLEGE OF ARABIC LANGUAGE AND ISLAMIC STUDIES

Jamia Mohammadia Mansoora P.B. No.144,
Malegaon 423203, Nashik District, Maharashtra, India.